شیئرز اور کمپنی

مختصر تعارف اور اہمیت

تلخیص

ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی

لکچرر جونیئر گورنمنٹ کالج، شادنگر، حیدر آباد

ایفا پبلیکیشنز، نئی دھلی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب : شیئرز اور کمپنی–تعارف اور اہمیت

تلخیص : سید اسرار الحق سبیلی

صفحات : ۲۹

سن طباعت : ۲۰۱۵ء

قیمت :

ناشر

ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی

۱۶۱–ایف، بیسمنٹ، جوگا بائی، پوسٹ باکس نمبر: ۹۷۰۸

جامعہ نگر، نئی دہلی–۱۱۰۰۲۵

فون 011- 26981327:

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست عناوین

اسلام میں تجارت وسرمایہ کاری کی اہمیت اور اس کے اصول وضوابط ۸

۱– شیئر سرٹیفکٹ کی حیثیت ۱۴

۲– شیئرز کی خرید وفروخت ۱۴

۳– نقد واثاثہ کے مجموعہ والی کمپنی کے شیئرز کا حکم ۱۶

۴– حرام کاروبار والی کمپنی کا حکم ۱۷

۵– سودی قرض لینے والی کمپنیوں کے شیئرز کا حکم ۱۸

۶– کمپنی کے ناجائز تصرفات ۱۹

۷– منافع میں سود کا حکم ۲۰

۸– سودی آمدنی کے منافع کا حکم ۲۱

۹– بورڈ آف ڈائریکٹرس کی حیثیت ۲۳

۱۰– شیئرز کی تجارت ۲۴

۱۱– فیوچر سیل کا حکم ۲۵

۱۲– غائب سودا ۲۵

۱۳– حاضر سودا ۲۶

۱۴– سرٹیفیکٹ حاصل ہونے کے بعد شیئرز کی فروخت ۲۷

۱۵– بروکر کا حکم ۲۸

شیئرز اور کمپنی

مختصر تعارف واہمیت

دورحاضر میں شیئرز کے ذریعہ سرمایہ کاری کا رواج بہت مقبول اور عام ہو چکا ہے، اور پوری دنیا میں یہ کاروبار اپنے نفع بخش اور مادی کشش کی بنا پر وسعت اختیار کرتا جارہا ہے۔

اس کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ چند سرمایہ کار جو ترقی دینے والے (Promoters) حصہ دار کہلاتے ہیں مشترکہ تجارت کی غرض سے ایک کمپنی کا خاکہ مرتب کرتے ہیں، اور قواعدو ضوابط تحریر کر کے رجسٹرار آف کمپنیز کے یہاں رجسٹریشن کراتے ہیں، نیز کسی معتبر بینک سے ضمانت حاصل کرتے ہیں کہ اگر پیش کردہ حصص پر سرمایہ فراہم نہ ہوسکے تو بینک اتنے حصے خریدنے کو تیار ہے، رجسٹریشن کے بعد کمپنی اپنی مصنوعات یا مال تجارت متعین کر کے اشتہار دیتی ہے، جس میں لاگت، سرمایہ، مصارف اور قیمت کے تخمینہ کے ساتھ متوقع نفع کی صراحت ہوتی ہے، اس اشتہار کے ذریعہ کمپنی بہ واسطہ اسٹاک ایکسچینج (Stock Exchange) عوام کو شیئرز خرید کر کمپنی میں سرمایہ کاری کی دعوت دیتی ہے۔

بینکنگ، انشورنس اور چٹ فنڈ کے مقابلہ میں کمپنی کا بنیادی کاروبار شرکت اور مضاربت جیسے جائز معاملات پر مبنی ہوتا ہے، اس لحاظ سے یہ اسلام کے نظام معیشت سے زیادہ قریب ہے، لیکن اس میں بھی سود و قمار کی آمیزش ہوتی ہے، اس لئے شریعت کی روشنی میں شیئرز اور کمپنی کے کاروبار سے جائز استفادہ کی راہ نکالنا اور فتنہ مال کے دور میں امت کی صحیح رہنمائی کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

اسلام میں تجارت وسرمایہ کاری کی اہمیت اوراس کے اصول وضوابط:

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات اور حیات بخش طریقہ زندگی ہے، جو انسان کے ہر طبقہ کو راحت پہنچانے اور جائز ضروریات وخواہشات کی تکمیل کی ضمانت دیتا ہے، اور ہر طرح کے معاشی اور معاشرتی مسائل جائز، متوازن اور عادلانہ حل پیش کرتا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"**یأیھا الذین آمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل، الا أن تکون تجارۃ عن تراض منکم**" (سورۃ نساء۲۹:)، (اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر نہ کھایا کرو، ہاں اگر آپس کی رضامندی سے خرید وفروخت ہو تو مضائقہ نہیں)۔

اس آیت میں اللہ تبارک وتعالی نے مال کے حصول کے ناجائز طریقہ سے منع فرما کر تجارت کے جائز طریقہ کی رہنمائی فرمائی ہے، چنانچہ شریعت اسلامی نے سود، قمار اور رشوت وغیرہ کو حرام قرار دے کر تجارت، مضاربت اور شرکت وغیرہ کو حلال قرار دیا ہے۔

حرام وحلال کی اس تفریق کا مقصد مال کی حفاظت اور اس کی منصفانہ تقسیم ہے، چنانچہ کئی آیات میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے:

۱ – "**یمحق اللہ الربا ویربی الصدقات**" (سورۂ بقرہ۲۷۶:)، (اللہ سود کو مٹاتا ہے اور خیرات کو بڑھاتا ہے)۔

۲ – "**کی لا یکون دولۃ بین الأغنیاء منکم**" (سورۂ حشر۷:)، (تاکہ مال تمہارے سرمایہ داروں کے درمیان نہ گھومتا رہے)۔

۳ – "**ولا توتوا السفھاء أموالکم التی جعل اللہ لکم قیاما وارزقوھم فیھا**" (سورۂ نساء۵:)، (اور کم عقلوں کو اپنا وہ مال حوالہ نہ کرو جس کو اللہ نے تمہارے لئے (معیشت کا) سہارا بنایا ہے، اور ہاں اس میں سے ان کو کھلاؤ)۔

تیسری آیت میں اللہ تعالی نے مال کو غیر محفوظ ہاتھوں سے بچانے کا حکم دیتے ہوئے مال کو اسلامی معاشرہ کا ستون (سہارا) قرار دیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ معاشرہ مال ہی کے ذریعہ قائم اور متحرک رہتا ہے، اور اسی کے ذریعہ اسے فروغ حاصل ہوتا ہے۔

اللہ تعالی نے اس آیت میں: ”**وارزقوهم فيها**“ (ان مال میں ان کو کھلاؤ) فرما کر ذہنی وجسمانی معذور اور یتیموں کے مال میں تجارت اور سرمایہ کاری کا اشارہ دیا ہے، چنانچہ امام رازیؒ فرماتے ہیں:

یہاں ”فیھا“ (اموال میں) کہا گیا ہے، ”منھا“ (اموال سے) نہیں کہا گیا ہے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ لوگ اپنے مال کے کچھ حصے کو اپنے لئے ذریعہ رزق بنالیں، بلکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ اپنے پورے مال کو اس طرح ذریعہ رزق بنائیں کہ اس میں تجارت کریں، سرمایہ کاری کریں اور منافع سے اپنے رزق کا کام لیں، نہ کہ اصل سرمایہ سے (التفسیر الکبیر ۹/۱۸۶ طبع دار احیاء التراث العربی بیروت)۔

حدیث میں صراحت کے ساتھ اسی بات کا حکم دیا گیا ہے: ”**أن النبي ﷺ خطب الناس فقال: ألا! من ولي يتيما له مال فليتجر فيه، ولا يتركه حتى تأكله الصدقة**“ (سنن الترمذی ۱/۱۳۹ کتاب الزکاۃ، باب ما جاء فی زکاۃ مال الیتیم)، (نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: سن لو، جو شخص کسی ایسے یتیم کی سرپرستی کرتا ہو، جس کے پاس مال ہو، تو اس کو اس مال میں تجارت کرنی چاہیئے، اس مال کو ویسے ہی نہ چھوڑ دے کہ بعد میں اسے صدقہ کھانے کی نوبت آجائے)۔

شریعت اسلامی نے زائد اموال میں اس لئے بھی زکاۃ واجب کی ہے کہ اس کی وجہ سے لوگ تجارت پر آمادہ ہوں گے، اگر وہ تجارت نہیں کریں گے، تو صدقہ اور اخراجات کی وجہ سے مال ختم ہوجائیں گے، تجارت اور سرمایہ کاری کے نتیجہ میں مزدور، کاریگر، تاجر اور صارفین

سب کا فائدہ ہوگا، اور مال کی گردش تمام طبقات تک ممکن ہو سکے گی، جو شریعت کا اہم منشاء ہے (سورۂ حشر ۷:)۔

شریعت کا ایک مقصد مال کی حفاظت بھی ہے، یہ مقصد مال کی سرمایہ کاری اور تجارت کر کے ہی حاصل ہوسکتا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"**وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة**" (سورۂ انفال ۶۰:) (جہاں تک ممکن ہو قوت مہیا رکھو)۔

بلا شبہ قوت میں مال کی قوت بھی شامل ہے، بیشتر آیات میں مال کو نفس پر مقدم کیا گیا ہے، سورۂ مزمل میں سفر تجارت کا ذکر سفر جہاد سے پہلے کیا گیا ہے، لہذا اگر جسم اور ہتھیار کی قوت مطلوب ہے تو مال کی قوت بھی لازمی طور پر مطلوب ہے، جیسا کہ دوسری آیت میں ہے:

"**وجاهدوا بأموالكم وأنفسكم**" () (اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرو)۔

اور حدیث میں ہے:

"**المؤمن القوی خير من المؤمن من الضعيف**" () (مضبوط مومن کمزور مومن سے بہتر ہے)۔

شریعت اسلامی کا ایک مقصد خدائی نظام کی روشنی میں کائنات کی تعمیر بھی ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"**هو أنشأكم من الأرض واستعمركم فيها**" (سورۂ ہود ۶۱:)، (اسی نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور پھر اسی میں تم کو آباد کیا)۔

مفسرین کے مطابق اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالی نے انسانوں کو روئے زمین پر اپنی ضروریات زندگی کی تعمیر کا حکم دیا ہے، جیسے: مکانات کی تعمیر اور شجر کاری وغیرہ

(تفسیر الماوردی ۲/۲۱۸)۔

اسی طرح شریعت کا ایک مقصد استخلاف (خلیفہ ونائب بنانا) بھی ہے:

"ھو الذی جعلکم خلائف فی الأرض" (سورۃ انعام ۱۶۵:)،(وہی ہے جس نے تم کو زمین میں اپنا نائب مقرر کیا)۔

ان آیات کا تقاضہ ہے کہ زمین کے امور انجام دیئے جائیں، کائنات کا نظم ونسق سنبھالا جائے، مخلوق کو فائدہ پہنچایا جائے، اور اسے آباد کیا جائے، ڈاکٹر علی محی الدین القرہ داغی کے بقول: یہ تمام مقاصد مکمل طور پر سرمایہ کاری کے ذریعہ حاصل ہو سکتے ہیں، خلاصہ یہ کہ عمومی طور پر سرمایہ کاری واجب کفایہ ہے، لہذا امت پر واجب ہے کہ سرمایہ کاری کے امور انجام دے، تا کہ مال میں وسعت ہو، افراد برسر روزگار رہوں، اور کم سے کم بقدر کفایت تمام لوگوں کو مال ملے (دیکھئے: مجلہ شیئرز اور کمپنی ۱۰۵:)۔

اس سلسلہ میں فقہی قاعدہ ہے کہ جس چیز پر واجب کے تحقق کا دارومدار ہو وہ بھی واجب ہوتی ہے، چنانچہ شیخ محمد شلتوت فرماتے ہیں:

جب عقل و دین کا تقاضہ ہے کہ جس چیز کے ذریعہ واجب کا تحقق ہوتا ہو وہ بھی واجب ہے، اور اسلامی جماعت کا غلبہ اہل اسلام کی اولین ذمہ داری ہے، اور اس کا دارومدار تین ستونوں پر ہے، یعنی زراعت، صنعت اور تجارت، تو یہ تینوں ستون واجب قرار پائے اور ان کی ایسی باہمی ترتیب وتنسیق کہ جس سے امت خیر وفلاح سے ہمکنار ہو، واجب ٹھہری (بحوالہ: منہج الادخار والاستشہاد از: ڈاکٹر رفعت العوضی ۷۳:)۔

البتہ تجارت وسرمایہ کاری سے متعلق اسلام کے افکار واصول، اسلامی خطوط، حدود وقیود اور رہنمائی کو ملحوظ رکھنا انتہائی ضروری ہے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱- اسلامی عقیدہ کہ مال وجائداد پر اصل ملکیت اللہ تعالی ہی کی ہے: **"وللہ ما فی**

السمٰوات والأرض" (سورۂ آل عمران ۱۰۹:)، (اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے)۔

اور انسان کی حیثیت محض امانت دار، جانشین اور قائم مقام کی ہے۔

جس طرح سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) میں سرمایہ دارانہ نظریہ ہی سرمایہ کاری کے امور انجام دیتا ہے، اور جس طرح کمیونسٹ نظریہ (Socialism) سابقہ سوویت یونین اور دوسرے اشتراکی ممالک میں اپنے مخصوص وسائل، فلسفیانہ حدود و مقاصد کے تحت سرمایہ کاری کا عمل انجام دیتا تھا، اسی طرح اسلامی عقیدہ بھی اسلام کے اقتصادی نظریہ، سرمایہ کاری کے طریق کار، ذرائع، اسباب اور وسائل میں کلیدی حیثیت کا حامل ہے، چنانچہ ایک مسلمان پر لازم ہے کہ وہ سرمایہ کاری وغیرہ کے معاملہ میں منہج الٰہی کے تحت ہی کام کرے، اور خدائی شریعت کو پس پشت نہ ڈال دے، اسی طرح اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ کائنات کو عدل اور حق سے معمور کردے اور دوسروں پر گواہ اور اچھی نظیر بنے۔

اس عقیدے کی بنیاد پر مومن کے اعمال کافر سے مختلف ہوتے ہیں، ایک مسلمان کمانے، خرچ کرنے اور سرمایہ کاری میں رضائے الٰہی کو پیش نظر رکھتا ہے، جبکہ ایک کافر سب سے پہلے اپنے شخصی مفادات کو فوقیت دیتا ہے، پھر اپنی قوم کے مفادات کو عزیز رکھتا ہے، چنانچہ سورۂ دہر میں مومنوں کی صفات بیان کی گئی ہے کہ وہ ریاکاری، بدلہ اور ناموری کے جذبہ سے بے نیاز ہو کر مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں: **"ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا ویتیما وأسیرا"** (سورۂ دہر ۱۴:)، اور سورۂ ماعون میں بتایا گیا ہے کہ کافر لوگ معمولی چیز بھی کسی کو دینے سے گریز کرتے ہیں۔

۲– سرمایہ کاری کے سلسلہ میں اسلام اصول، اقدار اور اخلاق کا پابند کرتا ہے، اس لئے اسلام نے حیلے، فریب، جعل سازی اور دھوکہ دہی کو حرام قرار دیا ہے، چنانچہ حدیث میں

ہے:

”من غشنا فليس منا“ (مسلم مع عون المعبود ۱/ ۹۹)، (جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے)۔

۳- تجارت وسرمایہ کاری میں اسلام کسی بھی طبقہ کے ساتھ ظلم، ناانصافی اور استحصال کو گوارا نہیں کرتا ہے، اور اسے سختی کے ساتھ روکتا ہے، اس کے لئے اسلام نے سود و ربا، قمار، سٹہ بازی اور احتکار کو حرام اور ممنوع قرار دیا ہے۔

۴- اسلامی نظام تجارت وسرمایہ کاری کی ایک بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ وہ شریفانہ اور صالح تجارتی مسابقت کی نگرانی کرتا ہے اور حکومت کی مداخلت کے بغیر تمام لوگوں کو ترقی کرنے کا یکساں موقع فراہم کرتا ہے، حکومت صرف اسی وقت مداخلت کرسکتی ہے جب شرعی ضوابط اور کمزوروں کے حقوق کا تحفظ مقصود ہو۔

سورۂ نساء میں جن اموال کو غلط ہاتھوں میں جانے سے روکنے کا حکم دیا گیا تھا، آج وہی اموال خدانا آشنا ہاتھوں میں پڑ کر دنیا کی معیشت کو تہ و بالا کر چکے ہیں، اور دنیا کے معاشی نظام کو سودی جال میں بن کر نہ صرف امت مسلمہ، بلکہ انسانیت کے کمزور طبقہ کے لئے مصیبت اور بدحالی کا ذریعہ بن گئے ہیں۔

عصر حاضر میں تجارت، سرمایہ کاری، صنعت کاری اور دولت حاصل کرنے کے مختلف النوع طریقے رائج ہو گئے ہیں، جو سود، قمار اور سٹہ بازی سے پاک نہیں ہیں، جن میں شیئرز اور کمپنی بھی کسی حد تک شامل ہیں، لیکن دوسرے معاشی ذرائع جیسے بینکنگ، انشورنس اور چٹ فنڈ کے مقابلہ شیئرز اور کمپنی کا بنیادی کاروبار سود و قمار کے بجائے شرکت اور مضاربت جیسے جائز معاملات پر مبنی ہے، اور شریعت کی روشنی میں اس کی اصلاح کر کے اس کی جائز اور حلال شکلیں پیدا کرنے کے زیادہ امکانات ہیں، اس لئے اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) نے اسے سمینار کا

موضوع بنا کر اس جانب امت کی شرعی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہے۔

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) نے شیئرز اور کمپنی سے متعلق سمینار کے مقالات کو مجلہ کی شکل میں شائع کیا ہے، جو علماء کرام، اصحاب افتاء، اساتذہ، طلبہ اور ریسرچ اسکالروں کے لئے ایک دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے، لیکن علمی، فنی اور تحقیقی مباحث اور موضوع کی تکرار کی بنا پر یہ عام لوگوں کے لئے زیادہ مفید نہیں ہے، اس لئے اکیڈمی کی طرف سے مجلہ کی آسان تلخیص پیش کی جارہی ہے، تاکہ عوام الناس اس سے استفادہ اور شرعی رہنمائی حاصل کرسکیں۔

سب سے پہلے سمینار کی قرارداد کا ایک ایک دفعہ پیش کیا جائے گا، پھر قرآن و حدیث اور فقہ وفتاوی کی روشنی میں اس کی وضاحت وتشریح کی جائے گی۔

۱۔ شیئر سرٹیفکٹ کی حیثیت:

''کسی کمپنی کا خرید کردہ اکویٹی شیئر (Equity Share) کمپنی میں شیئر ہولڈر کی ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے، وہ محض اس بات کی دستاویز نہیں ہے کہ اس نے کمپنی کو اتنی رقم دی ہے''۔

تشریح:

علماء کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کمپنی کے کچھ اثاثے وجود میں آچکے ہیں، اس کا خرید کردہ شیئرز کمپنی میں شیئر ہولڈر کی ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے، کیونکہ شیئر ہولڈر کا کمپنی کے نفع ونقصان میں شریک رہنا اور کمپنی کے تحلیل ہوجانے کی صورت میں شیئر ہولڈر کو اس کے شیئرز کے تناسب سے کمپنی کے اثاثوں میں حصہ ملنا واضح ثبوت اور دلیل ہے کہ شیئر کمپنی میں شیئر ہولڈ کی نمائندگی کرتا ہے۔

۲۔ شیئرز کی خرید وفروخت:

''ایسی کمپنیوں کے شیئرز کی ابتدائی خریداری جو ابھی سرمایہ اکٹھا کرنے کے مرحلے سے گزر رہی ہیں، شرعاً خریداری نہیں، بلکہ اس کمپنی میں شرکت ہے نی نی۔

تشریح:

اس سلسلہ میں اکیڈمی کو بھیجی گئی تحریروں سے واضح ہوتا ہے کہ ایسی صورت میں جبکہ کسی کمپنی کے پاس جامد املاک نہ ہوں، بلکہ سرمایہ نقد کی شکل میں ہو، ایسی کمپنی کے شیئرز کی خرید وفروخت کو برابری کے ساتھ جائز قرار دیا ہے اور شیئرز کی اصل قیمت سے کمی بیشی کے ساتھ خرید وفروخت کو ناجائز قرار دیا ہے، جیسا کہ امداد الفتاوی (۱۳۰/۳) میں مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ نے اور مولانا محمد تقی عثمانی نے اپنے مقالہ (فقہی مقالات ۱۴۵:۵) میں صراحت کی ہے، نیز اس سلسلہ میں ملک العلماء علامہ کاسانیؒ کی عبارت سے بھی استدلال کیا گیا ہے:

''تبايعا فلسا بعينه بفلس بعينه فالفلسان لا يتعينان وإن عينا، إلا أن القبض في المجلس شرط حتى يبطل بترك التقابض في المجلس، لكونه افتراقا عن دين بدين، ولو قبض أحد البدلين في المجلس فافترقا قبل الآخر، ذكر الكرخي :أنه لا يبطل العقد، لأن اشتراط القبض من الجانبين من خصائص العرف، وهذا ليس بصرف، فيكتفي فيه بالقبض من أحد الجانبين، لأنه به يخرج عن كونه افتراقا عن دين بدين، وذكر في بعض شروح مختصر الطحاوي أنه يبطل، لا لكونه صرفا، بل لتمكن ربا النساء فيه، لوجود أحد وصفي علة ربا الفضل وهو الجنس'' (بدائع الصنائع ۲۳۷/۵)۔

(ایک متعین پیسہ کی دوسرے متعین پیسہ سے خرید و فروخت کی گئی، تو دونوں سے متعین نہیں سمجھے جائیں گے، اگرچیکہ انہیں متعین کیا گیا ہو، مگر یہ کہ مجلس میں قبضہ شرط ہے، یہاں تک کہ مجلس میں قبضہ نہ کرنے پر معاملہ باطل ہوجائے گا، دین کی دین سے بیع مکمل ہونے سے پہلے مجلس سے جدا ہوجانے کی وجہ سے اگر دونوں بدل ہی میں سے ایک پر مجلس میں قبضہ کرلیا پھر خرید و فروخت کرنے والے دوسرے کے قبضہ کرنے سے پہلے جدا ہو گئے، تو امام کرخیؒ فرماتے ہیں کہ معاملہ باطل نہیں ہوگا، کیونکہ دونوں طرف سے قبضہ کی شرط ''بیع صرف ئی ئی کی خصوصیات میں سے ہے، اور یہ بیع صرف نہیں ہے، لہذا اس میں ایک طرف سے قبضہ کافی ہوجائے گا، کیونکہ اسی کی بنا پر یہ دین کی دین سے بیع میں مجلس سے جدا ہونے کے حکم سے خارج ہوجائے گا، ''مختصر الطحاوی ئی ئی کی بعض شرحوں میں ذکر کیا گیا ہے کہ یہ معاملہ باطل ہے، بیع صرف کی وجہ سے نہیں، بلکہ ربا النسا (ادھار کا سود) کی موجودگی کی وجہ سے اور ربا الفضل (اضافہ کا سود) کی علت کے دو اوصاف میں سے ایک وصف، یعنی جنس کے پائے جانے کی وجہ سے)۔

۳— نقد و اثاثہ کے مجموعہ والی کمپنی کے شیئرز کا حکم:

''عام طور پر کمپنیوں کی دوسری املاک نقد سرمایہ سے زیادہ ہوتی ہیں، اس لئے کمپنیز کے شیئرز کی خریداری درست ہے، لیکن اگر معلوم ہوجائے کہ ادا کردہ نقد اس مقدار نقد کے برابر یا اس سے کم ہے جس کی شیئرز نمائندگی کرتا ہے تو ایسی صورت میں شیئرز کی خریداری اس کی مقررہ قیمت سے کم یا زیادہ پر درست نہ ہوگی ئی ئی۔

تشریح:

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک مال ربوی، یعنی نقد و دیون اور مال غیر ربوی، یعنی اثاثہ کی مجموعی خرید و فروخت نقد کے ساتھ جائز ہے، بشرطیکہ نقد مجموعہ میں مخلوط نقد سے زائد ہو، تا کہ نقد نقد کے مقابل ہوجائے اور زائد نقد اثاثہ کے مقابلہ میں ہو، اس سلسلہ میں ''فتاوی عالم گیری'' کی اس عبارت سے استدلال کیا گیا ہے:

''**لو اشترى سيفا محلى بالفضة، أو لجاما مفضضا بالفضة الخالصة، ووزنها أكثر جاز، وإن كان وزنها أقل من الحلية، أو مثلها، أو لا يدرى، لا يجوز**'' (الفتاوی الہندیہ ۳/۱۸۷)۔ (اگر ایسی تلوار خریدی جس میں چاندی جڑی ہوئی ہے، یا چاندی لگے ہوئے لگام کو خالص چاندی کے بدلہ خریدا، اور خالص چاندی کا وزن زیادہ ہے تو جائز ہے، اور اگر خالص چاندی کا وزن تلوار کی چاندی سے کم ہے، یا اس کے برابر ہے، یا اس کا علم نہیں ہے، تو یہ معاملہ جائز نہیں ہے)۔

۴–حرام کاروبار والی کمپنی کا حکم:

''جن کمپنیوں کا بنیادی کاروبار حرام ہے، مثلاً شراب وخنزیر کے گوشت کی تجارت یا سودی قرضے دینا وغیرہ، ان کے شیئرز کی خرید و فروخت ناجائز ہے''۔

تشریح:

جس کمپنی کا بنیادی کاروبار حرام ہو، اس میں شرکت جائز نہیں ہے، کیونکہ ایسی کمپنی کے شیئرز خریدنا گناہ میں تعاون ہے، جس سے قرآن میں روکا گیا ہے:

''**ولا تعاونوا على الإثم والعدوان**'' (سورۂ مائدہ:۲)۔ (گناہ اور سرکشی کے کام میں ایک دوسرے کا تعاون نہ کرو)۔

مسلمان نہ حرام اشیاء کا مالک بن سکتا ہے اور نہ کسی کو مالک بنا سکتا ہے، اور غیر مملوک کی خرید وفروخت جائز نہیں، اور نہ اس کا وکیل بنانا جائز ہے، فقہی قاعدہ ہے:

"ما حرم فعله حرم طلبه" (جس کام کا کرنا حرام ہے، اس کا مطالبہ کرنا بھی حرام ہے)۔

امام شافعیؒ اور صاحبین کے نزدیک حرام اشیاء کی خرید وفروخت کا وکیل بنانا ناجائز اور باطل ہے، ہدایہ اور المغنی وغیرہ میں اس کی صراحت موجود ہے:

"لأن ما ثبت للوکیل ینتقل إلی مؤکل، فصار کأنه باشره بنفسه لم یجز ، فکذا التوکیل به" (العنایہ مع فتح القدیر ۶/۴۴۰)، (کیونکہ جو چیز وکیل کے لئے ثابت ہو، وہ مؤکل کی طرف منتقل ہوگی، گویا اس نے بذات خود اسے انجام دیا جو اس کے لئے ناجائز تھا، یہی حکم اس کے وکیل بنانے کا بھی ہے)۔

فقہاء نے صاحبین ہی کے قول کو زیادہ درست قرار دیا ہے (دیکھئے: الدر المختار ۵/۲۶۲)۔

۵- سودی قرض لینے والی کمپنیوں کے شیئرز کا حکم:

شرکاء سمینار کا احساس ہے کہ ہندوستان میں ایسی کمپنیز کا قیام قابل عمل ہے جو خالص اسلامی اصول تجارت کے اعتبار سے کاروبار کریں، سمینار مسلم تجّار اور ماہرین معاشیات کو اس طرف متوجہ کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ وہ اپنی دینی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے ایسی کمپنیز کے قیام کی جدوجہد کریں جو کامل طور پر اسلامی احکام پر کاربند ہوں۔

لیکن چونکہ فی الحال ایسی کمپنیاں ہندوستان میں موجود نہیں ہیں یا بہت کم ہیں جو خالص اسلامی بنیادوں پر کاروبار کرتی ہوں، اس لئے جن مسلمانوں کے پاس نقد سرمایہ ہو اور

اپنے مخصوص حالات کی بنا پر ان کے لئے جائز تجارت میں اس سرمایہ کو لگانا قابل عمل نہ ہو ان کے لئے ایسی کمپنیز کے شیئرز خریدنے کی گنجائش ہے جن کا بنیادی کاروبار حلال ہو (مثلاً انجنیر نگ کے سامان یا عام استعمال کی مصرفی چیزیں تیار کرنا) اگرچہ انہیں بعض قانونی مجبوریوں کی وجہ سے سودی معاملات میں ملوث ہونا پڑتا ہو۔

تشریح:

جس کمپنی کا بنیادی کاروبار حلال ہو، لیکن ملک کی قانونی مجبوری کی وجہ سے اسے سودی قرض لینا پڑتا ہو، تو علماء نے ایسی کمپنی کے شیئرز خریدنے کو جائز قرار دیا ہے، کیونکہ مجبوری کی وجہ سے سودی قرض لینے کی گنجائش ہے، علامہ ابن نجیم نے لکھا ہے:

"**یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح**" (الاشباہ والنظائر ۹۳ا:)، (حاجت مند کے لئے سودی قرض لینا جائز ہے)۔

بعض حضرات نے اس سلسلہ میں مذکورہ فقہی قواعد سے بھی استدلال کیا ہے:

"**الضرورات تبیح المحظورات**" (ضرورتیں ممنوعہ چیزوں کو مباح کردیتی ہیں)۔

"**المشقة تجلب التیسیر**" (مشقت آسانی لاتی ہے)۔

۶۔ کمپنی کے ناجائز تصرفات:

"جن مسلمانوں نے ایسی کمپنیز کے شیئرز خریدے جن کا بنیادی کاروبار حلال ہے، لیکن وہ کمپنیز ضمنی طور پر بعض ناجائز تصرفات میں بھی ملوث ہوتی ہیں، ان مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ شیئر ہولڈرس کی سالانہ میٹنگ میں کمپنی کو آئندہ ایسے ناجائز تصرفات سے روکنے کی کوشش کریں، اور دوسرے شیئر ہولڈرس کو افہام وتفہیم کے ذریعہ اس بات پر آمادہ کرنے کی

سعی کریں کہ وہ بھی ان کے نقطہ نظر سے اتفاق کرتے ہوئے میٹنگ میں ان کی تائید کریں نی نی۔

تشریح:

مولانا اختر امام عادل نے اپنے مقالہ میں حضرت تھانویؒ اور مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ بعض علماء کا خیال یہ ہے کہ ایسی کمپنیوں کے شیئرز خریدنا بھی جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں بالواسطہ ناجائز معاملات میں شرکت لازم آتی ہے، لیکن محقق علماء جن میں حضرت تھانویؒ کا نام سرفہرست ہے، ان کا خیال ہے کہ ایسی کمپنیاں جو کبھی کبھار سودی کاروبار میں ملوث ہوجاتی ہیں، ان میں اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے شرکت جائز ہے، حضرت تھانویؒ نے یہ تجویز پیش فرمائی ہے کہ شیئر ہولڈر کسی طرح یہ آواز اٹھائے کہ میں سودی کاروبار پر راضی نہیں ہوں، تو اس کی ذمہ داری ختم ہوجائے گی، کمپنی کے ذمہ دار کو اس مضمون کا خط لکھ دینا بھی کافی ہوسکتا ہے (امداد الفتاوی ۴/۴۹۱)۔

آج کل اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ کمپنی کی سالانہ میٹنگ میں آواز اٹھائی جائے۔

اس موقع پر مولانا تقی عثمانی صاحب نے ایک بہت ہی معقول سوال اٹھایا ہے اور پھر اس کا عمدہ جواب بھی دیا ہے، ان کے سوال و جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ کمپنی کے ذمہ دار شیئر ہولڈر کے وکیل ہیں، اور شیئر ہولڈر کو معلوم ہے کہ اس کی مخالت مؤثر نہ ہوگی، پھر وکالت قائم رکھتے ہوئے مخالفت کی آواز اٹھانے سے کیا فائدہ؟ اور اس کے بعد وہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش کس طرح ہوجائے گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کمپنی کی وکالت شرکت کی وکالت کی طرح مضبوط نہیں ہوتی،

شرکت میں کوئی ایک شریک بھی کسی کاروبار سے اختلاف کردے تو وہ کاروبار نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح ہر شریک جب چاہے اپنا سرمایہ نکال سکتا ہے، جبکہ کمپنی کی وکالت اس قدر مضبوط نہیں ہوتی، یہاں شیئرز ہولڈرس کو نہ اس قدر حقوق تصرف حاصل ہیں، اور نہ ہر شریک کے فیصلہ کو مستقل اہمیت حاصل ہے، یہاں فیصلے کثرت رائے سے ہوتے ہیں، اس لئے اگر کوئی شیئر ہولڈر مخالفت میں آواز بلند کردے تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کاروبار یا کمپنی کا فلاں عمل اس کی مرضی واجازت سے ہو رہا ہے، اس لئے حضرت تھانوی کی یہ رائے درست معلوم ہوتی ہے کہ مخالفت کی آواز بلند کرنے سے اس کی ذمہ داری ختم ہوجائے گی (مجلہ شیئرز اور کمپنی ص ۴۰۷-۴۰۸)۔

۷- منافع میں سود کا حکم:

''اگر کمپنی کے منافع میں سود بھی شامل ہو اور اس کی مقدار معلوم ہو تو شیئر ہولڈر کے لئے منافع میں سے اس کے بقدر صدقہ بلانیت ثواب کردینا ضروری ہے''۔

تشریح:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے اپنے مقالہ میں لکھا ہے کہ: اگر کمپنی کا بنیادی کاروبار ہی سود پر رقم لگا کر سود حاصل کرنا ہو تب تو اس کے حصص خریدنا جائز نہیں، ہاں اگر قانونی ضرورت کے تحت کچھ سرمایہ ڈپوزٹ کرنا پڑا جس سے سود حاصل ہوا تو اس حصۂ نفع کو بلانیت ثواب غرباء پر یا رفاہی کام میں خرچ کردینا اس کے بری الذمہ ہونے کے لئے کافی ہوگا۔ اس پر ان فقہی جزئیات سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے جن میں ایسے شخص کی دعوت اور تحفہ قبول کرنے کی اجازت دی گئی ہے جس کے مال کا غالب حصہ حلال ہو اور باقی حرام (فتاوی عالمگیری ۵/۳۴۲، فتاوی خانیہ علی الہندیہ ۳/۴۰۰)۔

اس سلسلہ میں علامہ ابن قیم کی تحریر بھی قابل ملاحظہ ہے، فرماتے ہیں:

"**وإذا خالطه درهم حرام أو أكثر أخرج مقدار الحرام وحل له الباقي بلا كراهة سواء كان المخرج عين الحرام أو نظيره؛ لأن التحريم لم يتعلق بذات الدرهم وجوهره، وأما تعلق بجهة الكسب فيه فإذا خرج نظيره من كل وجه لم يبق لتحريم ما عداه معنى**" (بدائع الفوائد لابن القیم ۲/۲۵۷)۔

(اگر اس کے مال کے ساتھ یا اس سے زیادہ حرام درہم مخلوط ہو گیا تو مقدار حرام نکال دی جائے، اب باقی بلا کراہت حلال ہو جائے گا، چاہے بعینہ حرام درہم ہو یا اس کے برابر، اس لئے کہ تحریم درہم کی ذات اور جوہر سے متعلق نہیں ہے، بلکہ کسب کے اعتبار سے ہے، لہذا جب من کل الوجوہ اس کے مثل نکل گیا تو اب اس کے ماسوا میں حرمت کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی)۔

۸- سودی آمدنی کے منافع کا حکم:

"اگر کمپنی کے منافع میں سود بھی شامل ہو اور حاصل ہونے والی سودی آمدنی کو کاروبار میں لگا کر نفع کمایا گیا ہو تو جتنا فیصد کل آمدنی میں سود مخلوط ہو گیا ہے اسی تناسب سے ملنے والے منافع سے نکال کر بلا نیت ثواب اپنی ملک سے نکال دینا ضروری ہے"۔

تشریح:

فقہاء نے سود کے بارے میں لکھا ہے کہ اس پر ملکیت ثابت ہو جاتی ہے، علامہ ابن نجیم مصری کا بیان ہے:

"**وظاهر ما في جمع العلوم وغيره أن المشتري يملك للدراهم الزائد إذا**

قبضه فيما اذا اشترى درهمين بدرهم، فإنهم جعلوه من قبيل الفاسد، وهكذا صرح به الأصوليون في بحث النهي" (البحر الرائق ۶/۱۲۵)، ("جمع العلوم نی نی وغیرہ میں ہے کہ ایک درہم کے بدلہ دو درہم خریدنے والا قبضہ کرنے کی صورت میں زائد درہم کا مالک ہوجائے گا، فقہاء نے اس کو بیع فاسد میں شمار کیا ہے، اور علماء اصول نے "نہی نی نی کی بحث میں اس کی صراحت کی ہے)۔

اس سلسلہ میں فقہاء کی مندرجہ ذیل عبارتوں سے بھی استدلال کیا گیا ہے:

۱– "**الحرمة تتعدد**" (ردالمحتار ۵/۹۸) (حرمت متعدد ہوتی ہے)۔

۲– "**الخبث بفساد الملك إنما يعمل فيما يتعين لا فيما لا يتعين، وأما الخبث لعدم الملك كالغصب فيعمل فيهما كما بسطه خسرو وابن الكمال**" (الدرالمختار مع الشامی ۵/۹۷)، (ملکیت کے فاسد ہونے کی وجہ سے حرمت صرف متعین چیزوں میں اثر انداز ہوگی، غیر متعین میں نہیں، البتہ عدم ملکیت کی بنا پر حرمت جیسا کہ غصب میں دونوں میں اثر انداز ہوگی، جیسا کہ خسرو اور ابن کمال نے تفصیل سے بیان کیا ہے)۔

خلاصہ یہ کہ اگر سود کی آمدنی کو اصل مال کے ساتھ ملا کر کاروبار میں لگا دیا گیا ہو تو حساب کر کے سود کی رقم اور اس سے حاصل ہونے والے نفع کو صدقہ کر دینے سے باقی مال حلال سمجھا جائے گا۔

۹– بورڈ آف ڈائریکٹرس کی حیثیت:

"کمپنی کی اپنی قانونی شخصیت ہے جو شیئر ہولڈرس کی اجتماعی حیثیت کی نمائندگی کرتی ہے، بورڈ آف ڈائرکٹرس کمپنی کے منتخب کردہ افراد کا مجموعہ ہے جو کمپنی کی طرف سے تصرفات کرتا ہے اور اس طرح شیئر ہولڈر کے مجموعہ کا وکیل ہے، لہذا بورڈ آف ڈائرکٹرز کے تصرفات جو کمپنی

کے مقرر کردہ اصول وضوابط کی حدود میں ہوں، کی بالواسطہ ذمہ داری سبھی شیئر ہولڈرس پر آتی ہے نی نی۔

تشریح:

کمپنی کا معاملہ یا تو شرکت عنان میں شامل ہے یا مضاربت میں، اور شرکت عنان میں دونوں فریق ایک دوسرے کے وکیل ہوتے ہیں، اور جب کام کی شرط ایک فریق پر لگا دی جائے تو کام کرنے والا فریق اپنے سرمایہ کے بقدر اصیل ہوگا اور اپنے وکیل کے سرمایہ میں وکیل ہوگا، اسی طرح مضاربت میں مضارب رب المال کا وکیل ہوتا ہے، لہٰذا کمپنی کے بورڈ آف ڈائریکٹرس کی حیثیت شیئر ہولڈرس کے وکیل کی ہوگی، اور بورڈ کا عمل شیئر ہولڈرس کا عمل سمجھا جائے گا (دیکھئے: تحفۃ الفقہاء ۳/ ۷، ۲۱، الدر المختار ۴/ ۴۸۴، امداد الفتاوی ۳/ ۴۹۰)۔

اس سلسلہ میں فقہاء کی مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو:

۱- "وأما شركة العنان فتنعقد على الوكالة دون الكفالة" (الہدایہ مع فتح القدیر ۶/ ۱۷۶)، (شرکت عنان وکالت کی بنیاد پر منعقد ہوتی ہے، نہ کہ کفالت کی بنیاد پر)۔

۲- "المضاربة توكيل بالعمل لتصرفه بأمره" (درمختار ۴/ ۴۸۴)، (مضاربت کام کا وکیل بنانے والا عقد ہے، جو رب المال کے حکم سے مال میں تصرف کا مضارب کو مجاز قرار دیتا ہے)۔

۱۰- شیئرز کی تجارت:

"حلال کاروبار کرنے والی کمپنیوں کے شیئرز کی تجارت کرنا درست ہے نی نی۔

تشریح:

شیئرز کی تجارت کرنا، یعنی اس ارادہ سے شیئرز خریدنا کہ قیمت بڑھ جانے پر انہیں فروخت کر کے نفع کمائیں گے، یہ جائز ہے، شیئرز کمپنی میں اپنے متناسب حصہ کی نمائندگی کرتا ہے، اس کو بعض علماء نے ''بیع مشاع نی نی (مشترکہ اثاثہ/جائداد) کی خرید و فروخت کے مماثل قرار دیا ہے، اور بیع مشاع جائز ہے:

''بیع المشاع وإعارته جائز'' (فصول عمادیہ ۲/۸۲۱)، (مشترکہ مال کو بیچنا اور اسے عاریت پر دینا جائز ہے)۔

بعض حضرات نے شیئرز کو مال قرار دے کر اس کے جواز کا حکم لگایا ہے، علامہ ابن عابدین شامی نے مال کی تعریف اس طرح کی ہے:

''المراد بالمال ما یمیل الطبع ویمکن ادخاره لوقت الحاجة، والمالیة تثبت بتمول الناس کافة أو بعضهم، والتقوم یثبت به وبإباحة الإنتفاع به شرعا'' (ردالمحتار ۳/۴)، (مال سے مراد وہ چیز ہے جس کی طرف طبیعت مائل ہو، اور بوقت ضرورت اس کو ذخیرہ کرنا ممکن ہو، اور مالیت تمام لوگوں یا بعض لوگوں کے مال بنانے سے ثابت ہوتی ہے اور قیمتی ہونا مالیت بنانے کے ذریعہ بھی ثابت ہوتا ہے اور شرعا اس سے استفادہ جائز ہونے سے بھی ثابت ہوتا ہے اور شرعا اس سے استفادہ جائز ہونے سے بھی ثابت ہوتا ہے)۔

مذکورہ تعریف کی روشنی میں جب شیئرز کے معاملہ کا جائزہ لیا جاتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ معاشیات اور تاجروں کے عرف میں اس کو قیمتی مال (مال متقوم) مانا جاتا ہے، بلکہ اقتصادیات کی دنیا میں وہ اتنا عام ہے کہ لوگوں کے اذہان میں اس کی مالیت سے انکار کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، البتہ حلال کاروبار کرنے والی کمپنیوں کے شیئرز ہونے چاہئیں۔

۱۱- فیوچر سیل کا حکم:

”فیوچر سیل (Future Sale) جس کا مقصد شیئرز خریدنا نہیں ہوتا، بلکہ بڑھتے گھٹتے دام کے ساتھ نفع نقصان برابر کر لینا مقصود ہوتا ہے، اسلامی شریعت کی نگاہ میں ناجائز ہے، کیونکہ یہ کھلا ہوا جوا ہے نی نی۔

تشریح:

خرید و فروخت کا مطلب ایک مال کا دوسرے مال سے تبادلہ ہے، فیوچر سیل میں چونکہ مالوں کا تبادلہ نہیں ہوتا، صرف کاغذی کاروائی ہوتی ہے، اور مقررہ تاریخ، مثلاً ایک ماہ یا دو ماہ کے بعد خریدار شیئرز کی قیمت بڑھنے پر فروخت کرنے والے سے نفع وصول کرتا ہے، اور شیئرز کی قیمت گھٹنے پر فروخت کرنے والے کو خسارہ ادا کرتا ہے، یہ صورت شرعی خرید و فروخت کے بجائے جوا اور سٹہ بازی کی ہے، جسے قرآن و حدیث میں صاف طور پر حرام قرار دیا گیا ہے، نیز رسول اللہ ﷺ نے ”بیع الکالی بالکالی“ (یعنی ادھار کی ادھار سے خرید و فروخت سے منع فرمایا ہے)۔

۱۲ — غائب سودا:

”غائب سودا (Forward Sale) جس میں بیع تو ہو جاتی ہے لیکن اس کی اضافت مستقبل کی طرف کی جاتی ہے، بیع نہیں وعدہ بیع ہے، مقررہ تاریخ آنے پر ایجاب و قبول ہونے کے بعد ہی بیع وجود میں آئے گی نی نی۔

تشریح:

خرید و فروخت ان معاملات میں سے ہے جو مستقبل کی طرف منسوب کر کے نہیں کئے جا سکتے، علامہ حصکفیؒ رقم طراز ہیں:

”ومالا تصح إضافته إلى المستقبل عشرة:البيع واجازته وفسخه والقسمة والشركة والهبة والنكاح والرجعة والصلح عن مال والابراء عن الدين، لأنها تمليكات للحال، فلا تضاف للأستقبال“ (الدر المختار مع رد المحتار ۴/ ۲۶۰)۔(مستقبل کی طرف جن عقود کی نسبت درست نہیں ہے وہ دس ہیں: بیع، اجازت بیع، فسخ بیع، تقسیم، شرکت، ہبہ، نکاح، رجعت، مال پر صلح، دین کا اسقاط، کیونکہ ان سب میں فی الحال تملیک ہوتی ہے،لہذا مستقبل کی طرف ان کی نسبت درست نہیں ہے)۔

اورڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

”البیع المضاف :هو أضيف فيه الإيجاب إلى زمن المستقبل، كأن يقول شخص لغيره :بعتك هذه السيارة بكذا من أول الشهر القادم...اتفق الفقهاء على عدم صحة البيع المعلق أو المضاف“ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/ ۴۶۱)۔(بیع مضاف وہ ہے جس میں ایجاب کی نسبت زمانہ مستقبل کی طرف کی جائے، جیسا کہ کوئی شخص دوسرے سے کہے: میں نے تجھ سے یہ گاڑی اتنی رقم میں آئندہ ماہ کے شروع میں فروخت کیا۔۔فقہاء بیع معلق یا بیع مضاف کے درست نہ ہونے پر متفق ہیں)۔

۱۳— حاضر سودا:

”حاضر سودے (Cash Sale - Spot Sale) میں شیئر سرٹیفکٹ پر قبضہ سے پہلے خرید کردہ شیئرز کو فروخت کرنا جائز نہیں ہوگا ٹی۔

تشریح:

شیئرز خریدنے کے بعد خریدار کے نام شیئرز سرٹیفیکیٹ جاری کرنے اور وصول ہونے میں انتظامی دشواری کی بنا پر ایک سے تین ہفتہ تک کی تاخیر ہوجاتی ہے، گو کہ شیئرز

خریدنے کے بعد شیئرز کے تمام حقوق اور ذمہ داریاں خریدار کی طرف منتقل ہوجاتی ہیں، اور شیئرز خریدار کے ضمان میں آجاتے ہیں، لیکن اصل قبضہ شیئرز سرٹیفیکٹ اپنے نام منتقل کروالینے کے بعد ہی ہوتا ہے، اس لئے سرٹیفیکٹ پر قبضہ حصص پر قبضہ سمجھا جائے گا، اور سند پر قبضہ سے پہلے شیئرز فروخت کرنا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ اس میں جھگڑے اور سٹے بازی کا امکان رہتا ہے۔

حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک قبضہ سے پہلے سامان کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے، غیر منقولہ جائداد میں قبضہ عرف وعادت کے مطابق سمجھا جائے گا، جیسے: مکان پر قبضہ اس کی کنجی حاصل ہونے کو سمجھا جاتا ہے، اسی طرح شیئرز سرٹیفیکٹ پر قبضہ کو شیئرز پر قبضہ سمجھا جائے گا۔

۱۴—سرٹیفیکٹ حاصل ہونے کے بعد شیئرز کی فروخت:

" شیئرز سرٹیفکٹ حاصل ہونے کے بعد خریدار کا اس پر قبضہ متحقق ہوجاتا ہے، اگرچہ بعض انتظامی دشواریوں کی وجہ سے کمپنی میں اس کے نام کا اندراج نہ ہوسکا ہے، لہٰذا اس شیئر کو خریدار فروخت کرسکتا ہے ٹی ٹی۔

تشریح:

شیئرز سرٹیفکٹ کمپنی میں حصص کی موجودگی کا قانونی ثبوت ہے، اور اسے شیئرز پر قبضہ کی حیثیت حاصل ہے، اس لئے شیئرز سرٹیفیکٹ پر قبضہ کے بعد شیئرز کو دوسرے شخص سے فروخت کرنا جائز ہوگا، اگرچہ بعض انتظامی دشواری کی بنا پر کمپنی میں اس کے نام کا اندراج نہ ہوا ہو، کیونکہ سرٹیفیکٹ کی موجودگی کی بنا پر دھوکہ کا اندیشہ نہیں رہتا۔

۱۵—بروکر کا حکم:

" جن شیئرز کی خرید وفروخت جائز ہے ان کی خرید وفروخت میں بروکر کی حیثیت سے

کام کرنا بھی درست ہے، ناجائز اور حرام کاروبار کرنے والی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید وفروخت میں بحیثیت بروکر کام کرنا جائز نہیں ہے نی نی۔

تشریح:

بازار حصص (Stock Exchange) میں قانونی اور فنی نزاکت کی بنا پر ہر شخص براہ راست شیئرز کی خرید و فروخت انجام نہیں دے سکتا، اس کے لئے بازار حصص کا ممبر ہونا ضروری ہے، ممبر اپنے لئے بھی شیئرز خریدتے ہیں اور بہ حیثیت دلال کمیشن لے کر دوسروں کے لئے بھی خریدتے ہیں، غیر ممبر کو بروکر کے واسطہ سے ہی شیئرز خرید وفروخت کرنے پڑتے ہیں۔

فقہاء نے عرف اور تعامل کا خیال کرتے ہوئے دلال یا بروکر بننے اور اجرت حاصل کرنے کی اجازت دی ہے، لہٰذا جن شیئرز کی خرید وفروخت شرعی طور پر جائز ہے، ان میں بروکر کی حیثیت سے کام کرنا جائز ہوگا، علامہ شامی کا بیان ہے:

"تجب أجرة الدلالة على البائع أو المشترى أو عليهما بحسب العرف"

(ردالمحتار ۴/۴۶)، (فروخت کنندہ یا خریدار یا دونوں پر عرف کے مطابق دلالی کی اجرت واجب ہوگی)۔

نوٹ:

جو حضرات شیئرز اور کمپنی سے متعلق تمام پہلوؤں کا تفصیلی مطالعہ کرنا چاہتے ہوں، وہ اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)، نئی دہلی کے مجلہ "شیئرز اور کمپنی نی نی کا مطالعہ کریں۔

یہ مجلہ تین حصوں پر مشتمل ہے:

پہلا حصہ شیئرز سے متعلق ہے، اس میں نویں فقہی سمینار کا سوال نامہ، سمینار کی قرارداد،